مسلمان! کیوں کہیں ''وندے ماترم''؟

یٰسٓ اختر مصباحی
موبائل نمبر 09560848408

باطل سے دبنے والے،اے آسماں! نہیں ہم
سَو بار کر چکا ہے ، تو امتحاں ہمارا

ہندوستان ،موجودہ دنیا کا ایک عظیم جمہوری ملک ہے، جس کی ،مسلم آبادی انڈونیشیا کے بعد، دنیا کے ہر مسلم ملک کی آبادی سے زیادہ ہے۔

کچھ مشکلات کے باوجود، اظہارِ خیال کی آزادی اور جمہوری حقوق کے لحاظ سے غالبًا، دیگر مسلم اور عرب ممالک کے مقابلے میں،زیادہ اچھی اور بہتر پوزیشن میں ہے۔

ایک مدت تک، ہندوستان کی مختلف ریاستوں پر''ایسٹ انڈیا کمپنی'' کی حکومت اور ۱۸۵۷ء سے، براہِ راست، ملکۂ برطانیہ کی حکومت کو ایک طویل عرصے تک ہندوستان نے جھیلا اور بڑے مصائب وآلام، برداشت کیے۔حوصلہ شکن اور صبر آزما حالات کا مقابلہ کیا۔

مختلف سنگین مراحل سے گذرتے ہوئے، بالآخر، صبر کا پیمانہ، لبریز ہوگیا۔

اور ۱۰ ارمئی ۱۸۵۷ء کو، میرٹھ، اور ۱۱ ارمئی ۱۸۵۷ء کو، دہلی سے

جنگِ آزادی کا، جو شعلہ بھڑکا، اس نے ایک نئی خونیں تاریخ کا، خونچکاں باب، رقم کیا۔

دہلی سے روہیل کھنڈ و اَودھ تک ، انگریزوں اور ہندوستانیوں کے درمیان خون ریز معرکہ آرائی ہوئی، جس کے قائدین اور سپہ سالاروں میں، مختلف حیثیتوں سے

بہادر شاہ ظفر و بیگم حضرت محل و مفتی صدرالدین آزردہ، دہلوی و علاّمہ فضلِ حق، خیرآبادی ومولانا احمداللہ شاہ، مدراسی، و جنرل بخت خاں و خان بہادر خاں، روہیلہ و مولانا فیض احمد، بدایونی ومولانا سید کفایت علی، کافی، مرادآبادی و مفتی عنایت احمد، کاکوروی و مولانا رحمت اللہ، کیرانوی ومولانا ڈاکٹر، وزیر خاں، اکبرآبادی و مولانا وہاج الدین، مرادآبادی و جنرل عظیم اللہ خاں جیسے فرزندانِ ملک ومِلّت کے نام، نمایاں ہیں۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کو، تحریکِ آزادی (۱۹۲۰ء تا ۱۹۴۷ء) کی بنیاد، قرار دیتے ہوئے

ڈاکٹر، آر، سی، مجمدار لکھتے ہیں:

''۱۸۵۷ء کی شورش ، ہندوستان میں ، برطانوی حکومت کے لئے وسیع پیمانے پر پہلی بڑی اور براہِ راست چُنوتی کی حیثیت سے ہمیشہ، تاریخ میں یادگار رہے گی۔

نصف صدی بعد، شروع ہونے والی تحریکِ آزادی کو، اِسی تحریک سے روشنی ملی۔

۵۸-۱۸۵۷ء کی یاد نے ، ہماری تحریکِ آزادی کو تقویت دی ، اس کے مجاہدین کے دلوں میں ہمت کی روح پھونکی ۔خوفناک جدوجہد کے لئے ایک تاریخی بنیاد، فراہم کی۔

اور، اسے ایک ایسا اخلاقی محرِّک، عطا کیا، جس کی وقعت میں مبالغہ کرنا ممکن نہیں۔

۱۸۵۷ء کی بغاوت کی یاد نے، جس کی عظمت، غلط بیانیوں کے باوجود، بڑھتی گئی۔'' الخ

(ص ۱۴۰۔ ''**انقلاب ۱۸۵۷ء**'' مؤلّفہ **پی، سی، جوشی**۔

مطبوعہ: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔طبع سوم ۱۹۹۸ء)

مولانا عبدالباری ،فرنگی محلی ،لکھنوی (متوفی ۱۹۲۶ء) کی تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) کے بطن سے، تحریکِ عدمِ تعاون (۱۹۲۰ء) کا وجود ہوا۔

جس نے رفتہ رفتہ، تحریکِ آزادیِ ہند کی شکل، اختیار کرلی۔

تحریکِ آزادی کے اہم رہنماؤں میں، مولانا حسرتؔ موہانی و مولانا محمد علی جوہرؔ، وغیرہ عُلماے فرنگی محل، لکھنؤ کے عقیدت مندوں اور اِرادت مندوں میں تھے۔

مولانا حسرتؔ موہانی، حضرت مولانا عبدالوہاب ،فرنگی محلی اور مولانا محمد علی جوہرؔ حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی کے مُرید تھے۔

عظیم مجاہد آزادی ،مولانا محمد علی جوہرؔ نے ، گول میز کانفرنس ،لندن (۱۹۳۰ء) میں **ہندوستانی نمائندہ کی حیثیت سے اپنے خطاب میں، بڑی جرأت وجسارت کے ساتھ یہ اعلان کیا تھا کہ:**

''مجھے، آزادیِ ہند کا، پروانہ چاہیے۔مَیں ،غلام ہندوستان میں، واپس نہیں جاؤں گا۔''

حُسنِ اتفاق اور خوبیِ تقدیر کہ اسی سفرِ لندن ہی میں مولانا محمد علی جوہرؔ کا انتقال ہوگیا **اور غلام ہندوستان میں، ان کی واپسی نہیں ہوئی۔وہ، ارضِ فلسطین لے جائے گئے۔**

اور بیتُ المقدس کے کسی حظیرۃُ القُدس میں، آپ کی تدفین ہوئی۔

تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) کے پلیٹ فارم سے، گاندھی کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز **اور ملک بھر میں، گاندھی کا تعارف ہوا۔**

خلافت فنڈ سے ہی گاندھی نے، ہندوستان کے مختلف علاقوں کے دَورے کیے۔

پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے بعد، برطانیہ کا آفتابِ اقبال، غروب ہونے لگا تھا اور اسے اپنے مقبوضہ ممالک اور برٹش کالونیوں کو سنبھالنا، مشکل ہوگیا تھا، اِس لئے اُس نے دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اور حالات کا رُخ بھانپتے ہوئے ازخود، یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ:

''اب، اپنے مقبوضہ علاقوں پر، اپنے اِقتدار و حکومت کی بقا کے لئے کسی جنگ و جدال سے بہتر یہی ہے کہ بحفاظت و سلامتی، **برطانیہ کے لئے، اپنا رختِ سفر، باندھ لیا جائے۔**
اور حکومت و سلطنت کی باگ ڈور، یہاں کی اصل آبادی کے حوالے کردی جائے۔''

اس کے برعکس، ۱۸۵۷ء کے حالات، بے حد مختلف تھے

وہ، برطانیہ کا عہدِ شباب اور دَورِ عروج و اِقبال تھا۔ یہی وجہ ہے کہ:
انگریز، انقلابِ ۱۸۵۷ء کے وقت، پوری طاقت اور تیاری کے ساتھ
میدانِ جنگ میں آئے اور اپنی اِقبال مندی سے فتح و ظفر مندی سے ہم کنار ہوئے۔

انگریزوں نے اِقتدار، مسلمانوں ہی سے چھینا تھا، اِس لئے مسلمان ہی، ان کے مظالم کا زیادہ، شکار ہوئے۔ ہزاروں عُلما، دار و گیر اور گولی، پھانسی کے اذیت ناک مرحلوں سے گذرے اور کالا پانی، جلاوطن بھی کیے گئے۔

دہلی میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا، چاندنی چوک، دہلی میں، ستائیس ہزار (۲۷۰۰۰) مسلمان، قتل کیے گئے۔ **دہلی سے پشاور تک، کوئی درخت ایسا نہیں تھا، جس پر:**
کسی نہ کسی عالم کو، پھانسی، نہ دی گئی ہو۔

بہر حال! پہلی عظیم جنگ کے بعد، جب، برطانیہ کے زوال کا دَور، شروع ہوا تو اس کے اِقتدار کی بساط پلٹنے لگی اور دبے ہوئے انگریز مخالف جذبات اُبھر کر سامنے آنے لگے۔

جس کا باضابطہ آغاز، تحریکِ عدمِ تعاون (۱۹۲۰ء) سے ہوا، اور اس نے آزادیِ ہند کی راہ

ہموار کرنی، شروع کی۔ تا آں کہ ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو، ہندوستان، مکمل طور سے آزاد ہوا اور پورے ہندوستان پر، ہندوستانیوں کی حکومت، قائم ہوگئی۔

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۷ء تک، پورا ہندوستان، انگریز مخالف جذبات کے ساتھ، سمندر کی موجوں کی طرح، لَہریں لے رہا تھا، مگر، ہندو مہا سبھا (قائم شدہ 1906ء) اور راشٹریہ سیوم سیوک سَنگھ، یعنی آر، ایس، ایس (قائم شدہ 1925ء) نے
تحریکِ آزادیِ ہند سے اپنے آپ کو، الگ رکھا اور اپنے ممبروں، وَرکروں کو تحریکِ آزادی کے کسی بھی مرحلے اور کسی بھی پروگرام میں شرکت سے، ممانعت کر رکھی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ ہندو مہا سبھا اور آر ایس ایس کے کسی لیڈر کا نام
تحریکِ آزادیِ ہند کی تاریخ میں، ڈھونڈنے سے بھی، نہیں ملتا۔

اگر، نام ملتا ہے تو، مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، لکھنوی و مولانا عبدالماجد، بدایونی و مولانا نثار احمد، کان پوری و مولانا حسرت موہانی، و مولانا محمد علی جوہر و مولانا آزاد سبحانی، وغیرہ کا نام ملتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی کچھ اہم نام ہیں۔ جن میں مسلمان اور ہندو، دونوں، شامل ہیں۔

تحریکِ خلافت و عدمِ تعاون و آزادیِ ہند کے ہنگامی دَور میں
موہن داس کرم چند، گاندھی، جب لکھنؤ جاتے تھے

تو، فرنگی محل میں ہی قیام ہوتا تھا، جہاں، مولانا عبدالباری، فرنگی محلی و دیگر عُلما و زُعما و قائدین سے میٹنگوں اور تبادلۂ خیالات کا سلسلہ، بڑی سرگرمی کے ساتھ، جاری رہتا تھا۔

تحریکِ آزادی کی تاریخ میں، گاندھی، نہرو کا نام، سرِ فہرست اور سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے۔ سارے کانگریسیوں کے لئے گاندھی کی حیثیت، سرپرست جیسی تھی۔

اس تحریکِ آزادی کے دَور میں، یہ چند پلیٹ فارم تھے
اور سب کی اپنی اپنی تاریخی حیثیت و اہمیت ہے۔

(۱) گاندھی، نہرو، پٹیل، مولانا آزاد، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر، رفیع احمد قدوائی، وغیرہ۔
اور گاندھی، نہرو سے سیاسی وابستگی رکھنے والی، جمعیۃُ العلما کے
مفتی کفایت اللہ، دہلوی و مولانا حسین احمد، مدنی و مولانا حفظ الرحمٰن، سیوہاروی، وغیرہ۔
(۲) سبھاش چندر بوس و جنرل شاہنواز خاں، وغیرہ۔

(۳) محمد علی جناح ولیاقت علی خاں، وغیرہ۔

(۴) آل انڈیا سنّی کانفرنس کے مولانا محمد نعیم الدین، مرادآبادی ومولانا سید محمد محدِّث اشرفی، کچھوچھوی، ومولانا محمد عبدالعلیم صدیقی، میرٹھی ومولانا عبدالحامد، بدایونی، وغیرہ۔

(۵) شیر علی آفریدی و بھگت سنگھ واشفاق اللہ خاں واودھم سنگھ و چندر شیکھر آزاد، وغیرہ۔

ان گروپوں اور دَھڑوں کا طریقۂ کار، اور بعض خیالات، الگ الگ تھے۔

مگر، منزل، سب کی ایک تھی۔

اور وہ تھی: **انگریزوں سے ہندوستان کی آزادی۔**

اس سے پہلے، یہ بتایا جاچکا ہے کہ:

ہندومہا سبھا اور آر ایس ایس کا رُجحان، انگریز حامی تھا، اِسی لئے ان دونوں تنظیموں نے **اپنے سبھی لیڈروں، ممبروں، وَرکروں کو تحریکِ آزادی کے کسی مرحلے میں، کبھی، شریک، نہیں ہونے دیا۔**

تاریخِ آزادی کے اوراق میں، یہ حادثہ بھی، ملتا ہے کہ:

(۱) ہندو مہا سبھا کے سربراہ، ویر ساورکر نے برٹش گورنمنٹ کی خدمت میں **معافی نامہ، پیش کرکے، جیل سے رہائی، حاصل کی۔**

(۲) آر ایس ایس کے نوجوان لیڈر، شری، اٹل بہاری، واجپئی (جو آزادی کے بعد بھارتیہ جن سنگھ کے سب سے اہم لیڈر، بھارتیہ جنتا پارٹی کے بانی اور وزیراعظمِ ہند ہوئے) ۱۹۴۲ء کے ''بھارت چھوڑو آندولن'' کے دَوران، آگرہ سے گرفتار کرلیے گئے تھے اور انھوں نے، انگریزی حکومت کی خدمت میں معافی نامہ، پیش کرکے، اپنی رہائی کا سامان کیا۔

ہندومہا سبھا اور آر ایس ایس، تنظیمی طور سے، الگ الگ تنظیمیں ہیں

مگر، نظریہ، دونوں کا ایک ہی ہے، جسے ''ہندوتوا'' کہا جاتا ہے۔

اور جس کی منزل ہے:

اَکھنڈ بھارت اور ہندو راشٹر کا قیام۔

''ہندوتوا'' اور ''ہندو'' کے بارے میں، یہ کہنا کہ:

''یہ ایک طرزِ زندگی (Way of Life) ہے، اس کا کسی دَھرم سے کوئی تعلق، نہیں۔''

ایسی کوئی بات، مغالطہ، ہے، غلط ہے، خلافِ واقعہ ہے۔

اگر، اس بات میں کچھ بھی سچائی ہے تو، ہندوتوا، اور ہندو کا لفظ

اپنے لئے، کوئی بودِھسٹ، کوئی جینی، کوئی سِکھ، کیوں نہیں، استعمال کرتا؟

پاکستان، بنگلہ دیش، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا کے لاکھوں لوگ

جو ''ہندو دَھرم'' رکھنے والے ہیں، وہ، اپنے آپ کو ''ہندو'' کیوں کہتے ہیں؟

وہاں کی زبان بولنے اور وہاں کی تہذیب اور کلچر میں ڈوب جانے والے ہندوؤں کا ''ہندوتوا'' سے کیا، واسطہ؟

سَنگھ پریوار (آر ایس ایس، بھارتیہ جنتا پارٹی، وِشو ہندو پریشد، بَجرنگ دَل، ابھینو بھارت، وِدّیارتھی پریشد، دُرگا وَاہنی، گئو رَکھشک دَل، وغیرہ) نے

ایسے غیر ملکیوں سے کیا، کبھی، یہ مطالبہ کیا ہے کہ:

''آپ اپنے لئے ''ہندو'' اور ''ہندوتوا'' کا لفظ، بالکل استعمال، نہ کریں۔

کیوں کہ آپ کا طرزِ زندگی (Way of LIfe)

''ہندو'' اور ''ہندوتوا'' سے بالکل الگ اور اس کے خلاف ہے؟

سَنگھ پریوار کا ہدف اور ٹارگیٹ ہے: ہندو راشٹر کا قیام

آر ایس ایس اور اس سے وابستہ تنظیمیں اور اس کے نظریات کی حامل تنظیمیں، جنھیں سَنگھ پریوار کہا جاتا ہے، اس سَنگھ پریوار کی تحریروں اور تقریروں میں

''راشٹر وَاد'' کا راگ بہت، اَلاپا جاتا ہے اور اس پر، بہت، زور دیا جاتا ہے۔

اس راشٹر وَاد کے دائرے میں، آر ایس ایس نظریہ کے مطابق

صرف ہندو دَھرم رکھنے والے لوگ، شامل ہیں

کوئی دوسرا دَھرم رکھنے والے لوگ اِس راشٹر وَادی نظریے سے خارج ہیں۔

ہندو دَھرم رکھنے والا شخص بھی، اگر کوئی دوسرا دَھرم اپناتا ہے

تو، اس کی راشٹریتا اپنے آپ، ختم ہوجاتی ہے۔ اور وہ، راشٹر سے خود بخود، الگ ہوجاتا ہے۔

''ہندو راشٹر'' منواسمرتی خیالات ونظریات پر مشتمل ہوگا اور اسی مَنو وَاد نے بھارت کے اندر ''وَرن ویوستھا'' ''کاسٹ سسٹم''، یعنی، ذات پات کے نظام کو، مذہبی رنگ میں رنگنے کے بعد

اسے ہندوسماج میں اِس طرح، لاگو اور رائج کیا کہ ہزاروں سال سے

ہندوسماج میں ''کاسٹ سسٹم'' کسی نہ کسی شکل میں، اب بھی، جاری ہے۔

منووَاد نے، سارے بھارتیوں کی تقسیم، اِس طرح کی ہے:

(۱) برہمن/پنڈت (۲) چھتری/راج پوت (۳) وَیش/بنیا

(۴) شودر۔ (جنھیں اب، دَلِت کہا جاتا ہے)

اس ''ہندوراشٹر'' میں کسی غیر ہندو کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

اور، اگر ہے تو، اس کی صرف، یہ دوصورتیں ہیں:

(۱) ہندودَھرم میں اپنے آپ کو ضَم کر کے، اپنا وجود، ختم کر لے۔

(۲) محکوم اور تابع بن کر رہے۔ اپنے کسی حق کے لئے کبھی، کوئی مطالبہ، نہ کرے۔

''منووَاد'' نے ''برہمن وَاد'' کو جنم دیا اور ''برہمن وَاد'' نے بیسویں صدی کے نصفِ اول میں ''ہندوتوا'' کی شکل، اختیار کر لی۔ اور یہ سب کچھ، دَھرم کے نام پر ہوا۔

اس ''چکرویو'' کا، اور برہمن وَاد کا، سب سے بڑا نشانہ ''دستورِ ہند'' ہے۔

جسے، ختم کر کے، یا۔ اس میں کاٹ چھانٹ کر، ایک نیا دستورِ ہند، بنانا ہے

جو، منووَاد اور برہمن وَاد پر مبنی ہو۔

۲۶/جنوری ۱۹۵۰ء کو، پارلیمنٹ میں منظور ہونے والا دستورِ ہند

ہر دَھرم، ہر زبان، ہر تہذیب کو، مکمل آزادی، دینے کے ساتھ

ہر ہندوستانی کو مساوی حقوق دیتا ہے۔ اور، یہ برہمن وَاد کے لئے کسی طرح، قابلِ قبول نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آر ایس ایس نے ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی چیئر مین شِپ میں بنائے ہوئے اور پارلیمنٹ کے منظور کیے ہوئے **دستورِ ہند کو، دل سے کبھی، قبول نہیں کیا۔**

نہ ہی ''ترنگا جھنڈا'' لہرانے کے لئے اس کا دل، آمادہ ہوا۔

کیوں کہ اس کا پرچم، ترنگا نہیں، بلکہ ''بھگوا جھنڈا'' ہے۔

اور آزادیِ ہند (اگست ۱۹۴۷ء) کے باون (۵۲) سال بعد، ۲۰۰۲ء میں

حالات کے دباؤ کے تحت، بادلِ ناخواستہ، آر ایس ایس نے ''ترنگا جھنڈا'' لہرایا۔

دل کا رشتہ، اب بھی ''بھگوا جھنڈا'' سے ہی ہے۔ جس کا، سب سے بڑا مظاہرہ

۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو، اجودھیا میں ہوا۔ اور بابری مسجد کی شہادت کے بعد

اس کے ملبے اور کھنڈر پر ''بھگوا جھنڈا'' ہی لہرایا گیا۔

کیوں کہ بابری مسجد کی شہادت، دستورِ ہند کو، روندتے ہوئے

''برہمن وَاد'' ہی کے شاطرانہ و مجرمانہ ذہن و فکر کے نتیجے میں ہوئی۔

اور ۶/دسمبر کو، دستورِ ہند کی پامالی سے، ہندوستان کا، سَر، شرم سے جھک گیا۔ جس کے بعد دنیا بھر میں، ہندوستان اور ہندوستانی دستور و آئین کی بے پناہ رُسوائی اور بدنامی ہوئی۔

برہمن وَاد، اور سنگھ پریوار کی نظر میں، اسلام اور عیسائیت، غیر ملکی مذاہب ہیں۔

اِس لئے مسلمان اور عیسائی ہی، سب سے زیادہ

اس براہمن وَاد، اور سنگھ پریوار کے نشانے پر ہیں۔

اسی طرح، ذات پات کے نام پر، دَلِت اور آدی وَاسی

برہمن وَاد، اور سنگھ پریوار کے نشانے پر ہیں۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں، برہمن وَاد و سنگھ پریوار کا فلسفہ و نظریہ، واضح ہو جاتا ہے

اور اس کے یہ، نِکات وعناصر، اُبھر کر، سامنے آتے ہیں:

(۱) ہندوراشٹر میں، ہندودَھرم کے علاوہ، دوسرے، کسی دَھرم کی، گنجائش نہیں۔

(۲) شودر/دَلِت، سورن جاتیہ، یعنی، اونچی ذات کی غلامی

اور خدمت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔

(۳) ہندوؤں کی بالادستی اور حاکمیت، ہر حال میں، قائم رہے گی۔

برہمن وَاد، جسے، وطن دوستی کہے اور جس طرح، کہے، اسے ہی، سب کو، ماننا ہوگا۔

(۵) اپنی حاکمیت، قائم اور اسے باقی رکھنے کے لئے

ہر طرح کا ہتھکنڈہ اور ہر طرح کی جارحیت، اختیار کی جاسکتی ہے۔

اس برہمن وَاد کی حاکمیت و جارحیت کا نمونہ، یہ ہے کہ:

(۱) ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو، دن دہاڑے، بابری مسجد، شہید کر کے

دستور و آئین کی دھجی اُڑائی گئی۔

اب، سڑکوں پر، کھلے عام، فرقہ پرستانہ اور دہشت گردانہ نعرے لگائے جاتے ہیں کہ:

(۱) جو، ہندو ہِت (ہندو مفاد) کی بات کرے گا، دیش پر، وہی، راج کرے گا۔

(۲) بھارت میں گر، رہنا ہوگا، وَندے ماترم کہنا ہوگا۔

(۳) وَندے ماترم سے انکار کرنے والے، دیش دَروہی (وطن دشمن) ہیں۔

(۴) جسے، وَندے ماترم، نہ کہنا ہو، وہ، پاکستان چلا جائے۔

اور ساری دنیا، جان رہی ہے کہ:

برہمن وَاد کے گئو آتنک وَادنے، نہ جانے کتنے اخلاق اور پہلو خاں کو شہید کیا۔

چلتی ٹرین میں، جُنید (بلب گڑھ، ہریانہ) کو
کچھ سَنگھی نوجوانوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

اور حیرت انگیز بات، یہ ہے کہ صوبہ چھتیس گڑھ میں
حکومت سے امداد یافتہ دو گئو شالاؤں میں، چارہ کی کمی کی وجہ سے چار سو گائیں، مر گئیں۔
لیکن، گئو رَکھشکوں کا، کہیں، کچھ پتہ، نہیں۔ کیوں کہ اس گئو شالہ کا ڈائریکٹر
ایک بھاجپائی لیڈر، ہریش ورما ہے۔ اور چھتیس گڑھ میں، بھاجپائی حکومت ہے۔

دَھرم کے نام پر مسلمانوں کو، اور ذات پات کے نام پر، دَلِتوں کو، جگہ جگہ، مارا پیٹا گیا۔

اور یہ سب کچھ، برہمن وَاد اور سَنگھ پریوار کے منصوبے اور سیاست کا حصہ ہے کہ:
وہ، جو کہے، وہی کہا جائے اور وہی مانا جائے۔ اور جو بھی اس کی بات، نہ مانے
اور اس سے کوئی سوال کرے، وہ، دیش دروہی ہے، آتنک وَادی ہے۔ پاکستانی ہے۔ مثلاً

(۱) ''بھارت ماتا کی جَے'' کا، نعرہ، لگانا ہوگا۔

مادرِ وطن! زندہ باد۔ اور۔ ہندوستان! زندہ باد، جیسا کوئی نعرہ، دیش پریم نہیں
اس سے کسی حبُّ الوطنی کا اظہار، نہیں ہوتا۔

اس لئے ''بھارت ماتا کی جَے'' کا نعرہ ہی، سب کو، لگانا پڑے گا۔

(۲) ''وَندے ماترم'' کہنا ہوگا۔

اے ارضِ وطن! تجھے سلام۔ اے میرے وطن! تجھے سلام، جیسے کسی سلام سے
کسی حبُّ الوطنی کا کوئی اظہار، نہیں ہوتا۔ **صحیح وطن دوستی اور حبُّ الوطنی، یہی ہے کہ:**

''وَندے ماترم'' کہا جائے۔''

جو شخص ''بھارت ماتا کی جَے'' نہیں، پکارے گا، ''وندے ماترم'' نہیں کہے گا
اس کے ساتھ، جارحیت وزبردستی کی جائے گی۔

اور، اسے پکڑ کر ''جَے شری رام'' کہنے پر بھی، مجبور کیا جائے گا۔

یہ ہے برہمن وَاد کا آتنک وَاد، اور سَنگھ پریوار کا جارِحانہ راشٹر وَاد
جس سے، صرف مسلمان اور دَلِت نہیں، بلکہ بھارت اور سارے ہندوستان کو خطرہ ہے۔

یہ نسل پرستی اور فرقہ پرستی کی عُریاں حقیقت ہے۔

یہ فاشزم ہے، نازی اِزم ہے، ہٹلر اِزم ہے، جس سے، ہندوستان کے امن وامان ہی کو
نہیں، بلکہ اس کی وحدت وسلامتی کو بھی، شدید خطرہ، لاحق ہے۔

اور، اس برہمن اِزم وہٹلر ازم نے دستور وآئینِ ہند کی عظمت ووقار کو، داؤ پر لگا دیا ہے۔

بلکہ اس کے وجود پر بھی، سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف، برہمن وَاد اور سَنگھ پریوار کی نفرت انگیز ذہنیت کا، یہ عالَم ہے کہ:

(۱) اَمرناتھ یاترا کے لئے جانے والی ایک بس پر، کسی آتنک وَادی گروپ کے
قابلِ مذمت حملے کے وقت، بس کے ڈرائیور، محمد سلیم نے اپنی مہارت اور ہوشیاری سے
بس اور اس کے بہت سے مسافروں کی جان بچائی۔ جس کی ملک بھر میں تعریف کی گئی۔

مگر، برہمن وَاد کے بھگوا بریگیڈ کو، یہ پسند نہیں آیا **اور اس نے محمد سلیم کے خلاف**
کردار کشی کی مُہم چلا کر، اسے، بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

(۲) گورکھپور کے بابا راگھو داس میڈیکل کالج میں، آکسیجن کی کمی کی وجہ سے
تقریباً اَسّی (۸۰) بچے، لقمۂ اجل بن گئے۔ اس سنگین موقع پر، ڈاکٹر کفیل احمد خاں نے
اپنی ذاتی کوشش سے، بہت سے بچوں کی جان بچائی۔
جس کی ملک بھر میں زبردست تعریف وتوصیف ہوئی۔

یہ بات بھی، بھگوا بریگیڈ کو، پسند نہیں آئی اور ڈاکٹر کفیل کے خلاف، کردار کشی کا مورچہ، کھول دیا۔

(۳) نائب صدر جمہوریۂ ہند، جناب حامد انصاری نے راجیہ سبھا کے ٹی وی چینل کو
انٹرویو دیتے وقت، موجودہ ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے، یہ کہہ دیا کہ:
آج کل، ہندوستانی مسلمان، خوف ودہشت کے ماحول میں جی رہے ہیں۔''

نائب صدر جمہوریہ کے خلاف بھی، بھگوا بریگیڈ نے مورچہ کھول کر، اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔
اس عظیم منصب کا کوئی خیال کیا، نہ ہی، یہ سوچنے کی زحمت کی کہ:

نائب صدر جمہوریہ، وہی بات کہہ رہے ہیں

جو، صدر جمہوریۂ ہند، شری، پرنب مکھرجی کہہ چکے ہیں۔ ریٹائرڈ فوجی افسران کا ایک گروپ، اپنے مکتوب، بنام وزیر اعظم میں لکھ چکا ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا کے ذریعہ، نہ جانے کتنے ذمہ دار حضرات، کہہ چکے ہیں۔

اور آج بھی پورا ملک، یہی کہہ رہا ہے کہ:

''فاشزم اور گئو آتنک وَادنے ملک بھر میں نفرت اور خوف ودہشت کا ماحول بنا رکھا ہے جس سے ملک کا امن وامان ہی نہیں، بلکہ ہندوستان کا دستور وآئین بھی، خطرات کی زد میں ہے۔''

بہر حال! وَندے ماترم کہنا، عقیدۂ توحید کے خلاف ہے۔

اس لئے کسی مسلمان کے لئے ہرگز، جائز نہیں کہ وہ، وَندے ماترم کہے۔

اور مسلمانوں کو، وَندے ماترم کہنے پر، اِصرار اور مجبور کرنے کی ہر کوشش:
فاشزم ہے، نازی ازم ہے، ہٹلر ازم ہے۔
دستور وآئینِ ہند کے قطعاً خلاف اور اس کے لئے زہرِ قاتل ہے۔
''وَندے ماترم'' کی طرح ''سرسوتی وَندنا'' بھی ہے، جسے، سرسوتی پوجا بھی کہا جاتا ہے۔
ماترِ بھومی، بھومی پُوجَن، سرسوتی دیوی کی پوجا، وغیرہ سے، جو لوگ واقف ہیں
وہ، اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ **وَندنا، عبادت اور پوجا کو کہتے ہیں۔**
اس کے ساتھ ہی ''بھارت ماتا کی جے'' کا نعرہ بھی، شامل کرلیا جائے۔
جس کے تعلق سے، یہ جان لینا، ضروری ہے کہ:
بھارت کے اندر ''**بھارت ماتا**'' کے نام سے ''**بھارت ماتا مندر**'' بھی، موجود ہیں۔

بھارت ماتا کے نام سے، کئی طرح کی تصاویر بھی ملتی ہیں
جن میں، دیوی کی شکل میں، بھارت ماتا کو پیش کیا جاتا ہے۔
جس سے، ظاہر ہے کہ ماترم سے ماتا تک
وَندنا، بمعنیٔ سلام نہیں، بلکہ بمعنیٔ عبادت وپوجا ہی ہے۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ اسلام کے اندر:

اللہ کے علاوہ، کسی کی عبادت اور پوجا کی، ایک لمحہ کے لئے بھی اجازت، بلکہ گنجائش نہیں۔
یہ کُھلا ہوا، شرک ہے، جو، اسلام کی نظر میں، سب سے بڑا، جُرم وگناہ ہے۔

اور ساری دنیا، یہ بھی جانتی ہے کہ:

ہندو دَھرم سے وابستہ، کروڑوں ہندو، سیکڑوں چیزوں کی عبادت اور پوجا کرتے ہیں۔
ان کے لئے کسی ماتا کی پوجا، کوئی بھومی پوجا اور جَے جَے کار، کرنا، یہ معمول کی بات ہے۔

لیکن، کوئی مسلمان، ایسی کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہے
جس میں، شرک کی آمیزش ہے؟ کسی غیر اللہ کی پوجا کا، کوئی تصور ہے؟
مدراس ہائی کورٹ نے، اِسی سال (۲۰۱۷ء) کچھ دنوں پہلے

حکومتی اداروں وتعلیم گاہوں میں، وَندے ماترم کو، ہفتے میں ایک بار، گائے جانے کو لازم قرار دیتے ہوئے، ایسے لوگوں کو مستثنیٰ کردیا ہے، جو، اسے، نہ گانے کی، کوئی معقول وجہ بتائیں۔

مسلمان، اپنے ملک ووطن کو ''مادرِ وطن'' کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے۔
اس ''مادرِ وطن'' کے ساتھ، شرک اور پوجا کا، کوئی تصور نہیں ہے۔

اپنے ملک ووطن اور مادرِ وطن سے محبت کرنا، الگ چیز ہے اور اس کی پوجا کرنا، الگ چیز ہے۔ اپنی ماں سے محبت کرنا، الگ چیز ہے اور اس کی پوجا کرنا، بالکل، دوسری چیز ہے۔
مسلمان، کسی پسندیدہ چیز سے محبت کرسکتا ہے، اسے اپنا محبوب بنا سکتا ہے۔
مگر، اس کی پوجا، ہرگز نہیں کرسکتا۔ پوجا، صرف اللہ کی کرتا ہے اور اسی کی پوجا کرتا رہے گا۔
اُس کے علاوہ، کسی کو، ایک لمحے کے لئے بھی، اپنا معبود نہیں بنا سکتا۔

''وَندے ماترم'' کے سلسلے میں، ۱۹۹۸ء کے میرے مضمون کا ایک خاص حصہ، ملاحظہ فرمائیں:
''آزادیِ ہند سے پہلے، ایک بنگالی مفکر ومصنّف، **شری، بنکم چندر، چٹرجی کا**
''**آنند مَٹھ**'' کے نام سے، **ایک بڑا زہریلا ناول، ۱۸۸۲ء میں منظرِ عام پر آیا۔**
جس میں، مسلم مخالف جذبات کو، ناوِلانہ انداز میں، محض فرضی بنیادوں پر، برانگیختہ کیا گیا ہے۔
اور پورے ناول کا مجموعی تأثر، کسی غیر مسلم قاری کے ذہن میں، یہ اُبھرتا ہے کہ:
مسلمانوں کے خلاف، اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ ان کی عبادت گاہوں اور آبادیوں کو

تہس نہس کردو۔ان کا وجود،ختم کردو،یا۔انھیں،اپنا غلام،بنا کر رکھو۔

اور،یہ جذبہ،اپنی آنے والی نسل کے اندر بھی،منتقل کردو۔

پھر،آن بان کے ساتھ،ہر بچہ،ہر جوان،ہر مرد،ہر عورت،یہ ترانہ اور گیت گائے:

وَندے ماترم..............وَندے ماترم..............وَندے ماترم۔

آنند مٹھ کے منظرِ عام پر آتے ہی،اس کے خلاف،بنگال اور دوسرے صوبوں میں شور و ہنگامہ اور زبردست طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔بیان و احتجاج کا طویل سلسلہ،شروع ہوگیا۔

اور اِس ناول کو،نفرت کا بیج بونے والا ناول سمجھ کر

اکثر باشعور و انصاف پسند ہندوؤں نے بھی،اسے،ناپسندیدہ قرار دیا۔

''وَندے ماترم'' کے سلسلے میں،جگہ جگہ،بحثیں ہوئیں۔

اس کے خلاف،آزادی سے پہلے ہی،نہ جانے کتنے مضامین لکھے گئے۔

سبھاش چندر بوس،پنڈت جواہر لال نہرو،ڈاکٹر رام منوہر لوہیا

جیسے لیڈروں نے بھی ''وَندے ماترم'' کو،کسی پر لازم کیے جانے کے خلاف،اپنی رائے دی۔

اور،اسے پڑھنے پر،زور دینے والوں کی،کھلے الفاظ میں،مذمّت کی۔'' الخ

(مطبوعہ ماہنامہ،کنزالایمان،دہلی۔شمارہ شعبان ۱۴۱۹ھ/دسمبر ۱۹۹۸ء)

وَندے ماترم،نہ گانے اور بھارت ماتا کی جَے،نہ بولنے والے،آتنک وَادی ہیں؟

یا۔اسے گانے اور بولنے کے سلسلے میں،زور زبردستی کرنے والے،آتنک وَادی ہیں؟

یہ فیصلہ،ہمارے قارئین،اچھی طرح کر سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ،پنجاب،وغیرہ کے لاکھوں سِکھ

نہ،وَندے ماترم گاتے ہیں اور،نہ ہی بھارت ماتا کی جَے کا،نعرہ لگاتے ہیں۔

کیوں کہ سِکھ دَھرم میں،ماں کی محبت و عزت تو ہے،مگر،اس کی پوجا نہیں کی جاسکتی۔

مسلمان،پورے جذبۂ حبُّ الوطنی کے ساتھ،یہ نعرہ لگاتے ہیں اور لگاتے رہیں گے:

مادرِ وطن! زندہ باد..............ہندوستان! زندہ باد

دنیا کے سارے مسلمان،مکہ و مدینہ کو مقدس سمجھ کر،اس سرزمین سے بے انتہا پیار کرتے ہیں،اور اس کی زیارت کی،شب و روز،تمنا کرتے رہتے ہیں۔

یہ صرف،ہندوستانی مسلمانوں کا جذبہ،نہیں ہے۔

بلکہ ساری دنیا کے مسلمان،مکّہ مدینہ ہی کو،سب سے مقدس سرزمین سمجھ کر اس سے قلبی محبت اور لگاؤ رکھتے ہیں۔

مکہ و مدینہ سے مسلمانوں کی محبت کو،سَنگھ پریوار،سخت ناپسند کرتے ہوئے اسے،وطن دوستی کے خلاف سمجھتا ہے۔لیکن،اجودھیا و کاشی و متھرا و ہَری دوار و رِشی کیش وتروپتی وغیرہ کے ساتھ،غیر ممالک کے ہندوؤں کی محبت،اور یہاں،آباد ہونے کی ان کی خواہش کو،بڑی پسندیدہ نظر سے دیکھتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے۔

چنانچہ،آر ایس ایس کے مشہور مفکر،شری،دین دیال،اُپادھیائے کہتے ہیں:

''جب،بھارت کے باہر،کینیا،زنجبار،برما جیسے دیشوں میں ہندوؤں کے خلاف ظلم و زیادتی،شروع ہوئی،**تب،وہاں کا ہندو،اگر،کہیں جانے کی سوچتا تھا**

تو،وہ،صرف بھارت دیش میں ہی۔

اِس طرح،ہندو وکا،سوبھاوِک پریم،بھارت کی طرف ہے۔''

(ہندی سے اردو۔ص ۱۶۔اَکھنڈ بھارت اور مسلم سَمَسّیا۔جاگرتی پرکاشن،ایف ۱۰۹۔سیکٹر ۲۷۔نوئیڈا۔غازی آباد۔اتر پردیش،۱۹۹۶ء)

بتیس (۳۲) صفحات پر مشتمل،یہ کتابچہ،شری،دین دیال،اُپادھیائے کی تحریر و تقریر کا مختصر مجموعہ ہے۔

یہ شری،اُپادھیائے جی،بھارتیہ جَن سَنگھ کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔

ابھی،کچھ دنوں پہلے،یوپی کی بھاجپائی،یوگی حکومت نے،انھیں کے نام پر ''مُغل سرائے ریلوے جنکشن'' کا نام،''پنڈت،دین دیال،اُپادھیائے ریلوے جنکشن'' رکھنے کا اعلان کیا ہے۔

جنوری ۲۰۰۳ء میں،غیر مقیم ہندوستانیوں کو

ایک سہ روزہ پروگرام ''پرِوَاسی سماج دِوَس'' (نئی دہلی) میں،حکومتی سطح پر،اعزاز دیا گیا۔

اور،انگلینڈ کے ایک ہندنژاد،مسٹر ڈھولکیا نے،اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہم،انگلینڈ کے شہری ہیں،مگر،بھارت کا پیار،ہمارے سینے میں،اسی طرح،پیوست

اور پنہاں ہے، جیسے، ہنومان جی کے سینے میں، رام وسیتا کا نقشہ بنا ہوا تھا۔
اور، انہوں نے اپنا سینہ، چیر کر، دکھا دیا تھا۔"
وہاں، موجود حاضرین نے، اس تأثر کا، پُرجوش اور زبردست استقبال کیا۔
اور، نائب وزیر اعظم، شری، لال کرشن آڈوانی نے، ڈھولکیا کے اِس بیان کو، بے حد سراہا۔
میڈیا میں، اس کا خوب چرچا بھی ہوا۔
اس موقع پر، نادرہ نائپال (نوبل انعام یافتہ، نائپال کی بیوی) کے
اِس برجستہ سوال پر، شری، اڈوانی، وغیرہ، بغلیں جھانکنے لگے کہ:
"غیر مقیم ہندوستانی مسلمان، اپنے سینے میں، رام اور سیتا کا نقشہ، کیسے دکھا سکتے ہیں؟
اور وہ، نہیں دکھا سکتے، تو کیا، انہیں، ہندوستان دوست، نہیں سمجھا جا سکتا؟"
کسی مخلوق کی پوجا کرنا، کسی ہندو کے لئے بہت آسان بات ہے۔
اسی لئے زمین، دریا، پہاڑ، درخت، جانور، پتھر، چاند، ستارے
اور، اپنے پوروَجوں کی پوجا، اس کا معمول ہے۔
وہ، جب، جسے چاہتا ہے، پوج لیتا ہے۔ اِسی لئے وہ "بھومی پوجن" (زمین کی پوجا)
"وَندے ماترم" (ماں کی پوجا) "سرسوتی وَندنا" (دیوی کی پوجا)
اور، اسی نیت سے "بھارت ماتا" اور "ماتر بھومی" کی پوجا، اور جَے کار کرتا ہے۔
شری، دین دیال اپادھیائے جی کو، مسلمانوں سے شکایت ہے کہ:
"ہم، مسلمان سے کہتے ہیں کہ اس دھرتی کو بھارت ماتا کہو، تو وہ، اسے نہیں مانتا۔ (صفحہ ۱۳)
"وہ، جن چیزوں کو، پوجنے کے لائق سمجھتا ہے، وہ، بھارت سے باہر کی چیزیں ہیں۔" (صفحہ ۱۳)
اور پھر، اُپادھیائے جی کہتے ہیں کہ:
"ہندو، جس طرح، اپنے اَوتاروں کی پوجا کرتے ہیں
اسی طرح، مسلمان، اپنے محمد کی پوجا کریں، تو، ہمیں، کوئی اعتراض نہیں۔" (صفحہ ۷)
اسلام کا مزاج، اس کی روح، اس کی تعلیم اور اس کا حکم سمجھے بغیر، یہ باتیں کہی گئی ہیں۔
مسلمان، صرف اللہ کی عبادت و پرستش اور پوجا کرتا ہے۔
وہ، کسی چھوٹے بڑے انسان وحیوان، اور زمین وآسمان کی کسی چیز کی

نہ کبھی، پوجا کرتا ہے اور نہ کر سکتا ہے۔
قرآن وحدیث، اسلام کا سارا لٹریچر، اور مسلمانوں کی پوری تاریخ
اِس وَاشگاف حقیقت کی گواہ ہے کہ:
ایک لمحہ کے لئے بھی، اسلام کے اندر، کسی غیر اللہ کی عبادت و پوجا کی
کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ اور نہ آئندہ، کبھی ہو سکتی ہے۔"
دل سے انسان، جس سے تعلق رکھتا ہے، اس کے ساتھ، والہانہ محبت رکھتا ہے، جیسے
والدین واَولاد واَعِزَّہ واَقارِب۔ اور تعظیم بھی کرتا ہے، جیسے استاذ ومحسن ومربی واصحابِ علم وفضل۔
اور ہر مسلمان، عبادت و پوجا، صرف اپنے اللہ کی کرتا ہے۔
اس لئے اِس حقیقت کو، اچھی طرح، سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ:
مسلمان، کسی شخص، کسی زمین، کسی مخلوق سے محبت تو کرتا ہے، یا۔ کر سکتا ہے۔
مگر، اس کی عبادت و پوجا، کسی حال میں اور کسی قیمت پر، نہیں کر سکتا۔
مسلمان، مکہ ومدینہ سے محبت رکھتا ہے
حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تک
جتنے پیغمبر، دنیا میں آئے، سب سے محبت رکھتا ہے اور اُن سب کی تعظیم وتوقیر کرتا ہے۔
پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت
اس کے دل میں سارے انسانوں اور سارے پیغمبروں سے زیادہ ہے۔
قرآن کو مسلمان، دل وجان سے چاہتا ہے اور اسے مقدس آسمانی کتاب سمجھتا ہے۔
مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ)، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ (بیتُ المقدس) میں
نماز پڑھنے کو وہ، دنیا کی سبھی مساجد سے زیادہ، باعثِ ثواب وبرکت سمجھتا ہے۔
اس محبت وتعظیم کے باوجود، اگر کوئی مسلمان، ایک منٹ کے لئے بھی
کسی پیغمبر، یا۔ مقاماتِ مقدسہ میں سے کسی کی عبادت و پوجا کر لے
تو وہ، ایمان واسلام سے، یکلخت، خارج ہو جائے گا۔
بلکہ اگر عبادت و پوجا، نہ کرے اور صرف ایک منٹ کے لئے بھی
یہ یقین واعتقاد اپنے دل میں جَما لے کہ ان میں سے کسی کی عبادت و پوجا کرنا، جائز ہے

تب بھی، اس کا ایمان واسلام، رخصت ہو جائے گا۔

ایک منٹ تو زیادہ ہوتا ہے، چند سکینڈ کے لئے بھی، ایسا عقیدہ
اس کے دل میں پیدا ہو جائے اور وہ، اس پر یقین کر لے
تو، یہ شرک ہے، اور شرک، اسلام کی نظر میں، کفر سے بھی، بدتر گناہ ہے۔

اللہ کی توحید میں شرک کرنا، اس کی ذات، یا صفات میں کسی مخلوق کو شریک سمجھنا ایمان واسلام کے قطعاً، خلاف، اور شرکِ اکبر ہے۔ جو، نا قابلِ معافی گناہ ہے۔

اور جن باتوں سے، شرک کا شائبہ اور ان کے اندر، کسی طرح، شرک کی آمیزش ہو **اس سے بھی، مسلمان، ہمیشہ، دور رہتا ہے۔**

اب، بتایا جائے کہ ہندو "بھارت ماتا کی جے" اور "وَندے ماترم" کے اندر
زمین کی پوجا کا عقیدہ، رکھتے ہیں، یا نہیں؟
اور، جب، زمین کی پوجا کا عقیدہ، رکھتے ہیں

تو پھر، ایسا مطالبہ، مسلمانوں سے کیوں کرتے ہیں، جو، ان کے ایمان واسلام کے خلاف ہے؟

مسلمان، ہندوستان و پاکستان و چین و جاپان و برطانیہ وامریکہ ومصر وشام وایران وعراق، وغیرہ، دنیا جہان کی کسی سرزمین کی پوجا نہیں کرتے، نہ کر سکتے ہیں۔

یہاں تک کہ، اپنی، سب سے مقدس ومحترم سرزمین
مکّہ ومدینہ کی بھی پوجا، کبھی، نہیں کرتے۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔
اپنے وطن سے محبت رکھنا، الگ چیز ہے اور اس کی پوجا کرنا، الگ چیز ہے۔
بیٹا، اپنے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے، مگر، ان کی پوجا نہیں کرتا ہے۔
تو کیا، کوئی جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان شخص بھی، کہہ سکتا ہے کہ:
بیٹا کو، ماں باپ سے محبت، نہیں ہے؟

ہندوستان، ہمارا وطن ہے۔ اس کی مٹی اور آب وہوا سے، ہمیں، محبت ہے۔
یہیں، ہمیں، جینا اور مرنا ہے۔ اس کی شہرت ونیک نامی وترقی، ہمیں، عزیز ہے۔
اس کے وقار وقوت میں اضافہ کرنا اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، ہمارا فرض ہے۔
اس کے علاوہ، ہمیں، کچھ سمجھنے کچھ کہنے اور کچھ کرنے کی، قطعاً، کوئی ضرورت نہیں۔

ہندوستان! زندہ باد، پائندہ باد۔

سنگھ پریوار، جو، ہندوستانی مسلمانوں کی محکومی وغلامی کا خواہش مند ہے انہیں، دبانے کچلنے کے لئے فتنہ وفساد برپا کرتا رہتا ہے، ان کے خلاف، الزام تراشی کرتا ہے، افواہ پھیلاتا ہے۔ اسلام دشمنی ومسلم دشمنی پر، ہر وقت، کمر بستہ رہتا ہے۔

اسے، اپنے خیالات ونظریات پر، نظرِ ثانی کر کے، اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔

چین و عرب ہمارا، ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم، وطن ہے، سارا جہاں ہمارا

○○○

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دارالقلم، قادری مسجد روڈ
ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
موبائل: 09560848408
ای میل: misbahi786.mk@gmail.com

مؤرخہ
۲۸/ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ
۲۱/ اگست ۲۰۱۷ء
بروز، دوشنبہ

خاکِ وطن سے محبت

اور، وَندے ماترم وسرسوتی وَندنا

تاکہ سَنَد ، رہے
دسمبر ۱۹۹۸ء کی مطبوعہ تحریر

یٰسٓ اختر مصباحی
دارُالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی ۲۵

مسلمان ہی نہیں بلکہ، ہر انسان کو اپنے وطن سے، بالعموم فطری اُنسیت اور محبت ہوا کرتی ہے۔ خاکِ وطن سے اسے بے حد پیار ہوتا ہے۔ خاکِ گور کی طرح، خاکِ وطن کے اندر بھی جذب و کشش ہوتی ہے۔ وطن سے دور، رہ کر بھی نہاں خانۂ دل میں وطن کی یاد، زندہ اور اس کی محبت تروتازہ اور جوان، رہتی ہے۔ گو، اہلِ وطن، اس کے ساتھ، کیسا ہی سلوک کریں:

وطن کے لوگ ستاتے تھے، جب وطن میں تھے
وطن کی یاد ستاتی ہے، جب وطن میں نہیں

وطن سے محبت اور وفاداری، کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ انسانی خمیر کا جُز ولازم اور اس کی سرِشت وطینت کا ایک اہم عنصر ہے۔ عرب وعجم، یعنی، ایشیا وافریقہ ویوروپ وامریکہ وآسٹریلیا کی اس میں کوئی تفریق وتخصیص نہیں۔ قلبی، لسانی، قلمی، ہر رُخ اور ہر جہت سے دنیا کے سارے انسان عموماً، اپنے وطن سے محبت و وفاداری کا اظہار واعلان کرتے رہے ہیں۔ اور دفاعِ وطن کے لئے جب کوئی سخت مرحلہ پیش آتا ہے تو وہ، شمشیر بدست اور سربکف ہو جاتے ہیں۔

صرف دِفاعِ وطن نہیں، بلکہ تعمیر وترقیِ وطن کے لئے بھی وہ اپنی استعداد وصلاحیت کے مطابق، شب وروز کوشاں اور ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ کیوں کہ:

اپنے وطن کی تعمیر وترقی میں حبِّ وطن کے ساتھ
خود، ان کی اپنی ترقی وکامیابی کا راز بھی پوشیدہ ہے۔

ہاں! مذہبی نقطۂ نظر سے سارا عالَمِ اسلام، کیا عرب کیا عجم، ہر جگہ اور ہر خطہ کے مسلمان مکّہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو، رُوے زمین کا افضل ترین حصہ مانتے ہیں۔ اور حرمین شریفین (مکّہ ومدینہ) ان کی نظر میں، سب سے بہتر، سب سے اعلیٰ، سب سے افضل اور سب سے محبوب

سرزمین ہے۔ کیوں کہ ان، دونوں مقاماتِ مقدسہ کے سینے اور ان کے جوارِ قُدس میں آیاتِ بینات وشعائرُاللہ کے اَن گنت نقوش اور بابرکت خزانے، موجود ومحفوظ ہیں۔

پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وسَلَّمْ کی
ولادتِ طیبہ اور، وصالِ مبارک، اسی سرزمین سے، وابستہ ہے۔ قرآنِ حکیم کا نُزول، یہیں ہوا۔
بِنائے ابراہیمی، کعبۃُ اللہ، مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، مسجدِ قبا، مقامِ ابراہیم، صفا ومروہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ، وغیرہ سے لے کر، جنۃُ البقیع وجنۃُ المعلیٰ تک، سب کچھ تو، یہیں ہے۔

پھر، کوئی مسلمان اپنے قلب ونگاہ اور اپنی امیدوں اور تمناؤں کا مرکز ومحور
اِس سرزمین کے علاوہ، کسی دوسری سرزمین کو، کیسے بنا سکتا ہے؟

ہم تو، صدیوں سے، ببانگِ دُہل، اِس حقیقت کا اظہار واعلان کرتے چلے آرہے ہیں کہ:

خاکِ طیبہ از دوعالم، خوشتر ست
اے خنک شہرے! کہ آں جا، دِلبرست

ہیکلِ سلیمانی اور بیتُ اللّحم (یوروشلم) کی سرزمین سے
پوری دنیا کے یہود ونصاریٰ بھی تو، سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟
چین اور جاپان وبَرما وتھائی لینڈ وغیرہ کے بُدھسٹ بھی
تو، سرزمینِ گیا (بہار) اور کپل وَستو (نیپال) سے، والہانہ قلبی محبت وعقیدت رکھتے ہیں؟

اور خود، وہ، لاکھوں ہندو، جو، افریقہ ویوروپ وامریکہ وآسٹریلیا کے باشندے وشہری ہیں، اُن کی محبت وعقیدت کے رشتے بھی تو، کاشی واجودھیا، متھرا ووِندرابَن وہَری دوار وترِوپتی وغیرہ سے جُڑے ہوئے ہیں؟ اور گنگا جَل ہی کو وہ، سب سے مقدس پانی سمجھتے ہیں؟

تو پھر، کس مؤرخ کے اندر، اتنی جرأت، کس مفکر کے اندر، اتنی ہمت، اور کس سیاست داں کے اندر، اتنا دَم خَم ہے، جو، زمین سے جُڑے ہوئے اِن تاریخی ومذہبی حقائق کو نظر انداز کر سکے؟

شرک آمیز نظم ''وَندے ماترم'' کو، اتر پردیش وگجرات، وغیرہ میں
جونیئر ہائی اسکول تک کے طلبہ کے اوپر، لازم قرار دیا جانے والا ہے کہ:
وہ، روزانہ، صبح کے وقت، کلاسیں، شروع ہونے سے پہلے
''وندے ماترم'' پڑھیں اور دیوار پر آویزاں، نقشۂ ہند پر، پھول مالا چڑھائیں۔

کسی نظم کے پڑھنے، نہ پڑھنے پر، حبُّ الُوطنی کا مدار رکھنا، اور اسے معیار قرار دینا
صرف جہالت و حماقت نہیں، بلکہ جارحیت و انتہا پسندی کے مشتعل جذبات کی
تسکین، غیر اکثریتی اقوام وطبقات کی تحقیر وتذلیل
اور، ان کی حبُّ الُوطنی کو مشکوک و مشتبہ بنانے کی ایک نہایت شاطِرانہ وعیّارانہ سازش ہے۔
اور یہی وہ کردار ہے، جو، ابھی ۲۲/ اکتوبر (۱۹۹۸ء) کو، وِگیان بھون، نئی دہلی کے اندر
صوبائی وُزَرائے تعلیم کی کانفرنس میں، کُھل کر سامنے آیا۔
اور جس کے پردہ کے پیچھے چھپے ہوئے مذموم انتہا پسندانہ جذبہ اور ''**ہندوتوا**''
کو، شعبۂ تعلیم پر مسلّط کرنے کا منصوبہ، بھانپ کر
غیر بھاجپائی وُزَرائے تعلیم نے ''سرسوتی وندنا'' میں شرکت سے، نہ صرف، انکار کیا
بلکہ اس کے خلاف، کھل کر اِحتجاج بھی کیا اور صاف صاف اِعلان کر دیا کہ:
''سرسوتی وندنا'' کو، آڑ بنا کر، ہندتوا کو فروغ دینے اور اس کی جڑیں، مضبوط کرنے کی
ہر سازش کا، ڈَٹ کر، مقابلہ کیا جائے گا۔ اور اسے کسی قیمت پر، برداشت نہیں کیا جائے گا۔''
وَندنا، پوجا اور عبادت کو کہا جاتا ہے۔ سرسوتی کو ''شِکچھا دیوی'' (تعلیم کی دیوی) سمجھا
اور مانا جاتا ہے۔ ''سرسوتی وَندنا'' کا مطلب ہوتا ہے ''شِکچھا دیوی کی پوجا۔''
اسی طرح ''وَندے ماترم'' کا مطلب ہوتا ہے کہ:
اے ماں! ہم، تیری پوجا کرتے ہیں۔''
اب، دو دو چار کی طرح، ہر شخص، یہ سمجھ سکتا ہے کہ:
جب، اسلام کے نزدیک، اللہ کے سِوَا، کسی کی عبادت اور پوجا، شرک ہے تو پھر:
مسلمان، کسی مخلوق اور غیر اللہ کی عبادت و پوجا پر مشتمل کسی شرک آمیز نظم اور ترانہ کو
ایک لمحہ کے لئے بھی، کیسے قبول کرسکتا ہے؟ اسے پڑھنا اور اس پر عمل کرنا تو، دور کی بات ہے۔
شرک سے بڑا ظلمِ عظیم، کسی توحید پرست مسلمان کی نظر میں، کوئی دوسرا، ہو ہی نہیں سکتا۔
۸/ نومبر (۱۹۹۸ء) کے روزنامہ، قومی آواز، دہلی میں تہاڑ جیل، دہلی کے
ایک قیدی کا خط چھپا ہے۔ جس کے مطابق:
تہاڑ جیل کے ساڑھے نو ہزار قیدیوں میں سے، دو ہزار قیدی، مسلمان ہیں۔
اور سب کو ''پرارتھنا پریڈ'' (پوجا کی پریڈ) میں شریک ہونا، ضروری ہے۔

جو مسلمان قیدی، اس ''پرارتھنا پریڈ'' میں شرکت سے انکار کرے، اُسے، جیل افسران
زَدوکوب کرتے ہیں، اور جبراً وقہراً، اُسے اس میں شریک ہونا پڑتا ہے۔'' (ختم شد)
یہی وہ اصل منصوبہ ہے، جس پر عمل کرنے کی تیاری، شروع ہو چکی ہے۔
دھونس، دھمکی، طمع ولالچ اور مختلف حیلوں بہانوں سے
اس کے لئے فضا بھی سازگار، بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔
آزادیِ ہند (اگست ۱۹۴۷ء) سے بہت پہلے، ایک بنگالی مصنّف ''**بنکم چند چٹرجی**''
نے ''**آنند مٹھ**'' کے نام سے، ایک بڑا زہریلا ناول لکھا تھا
جس میں مسلم مخالف جذبات کو، ناوِلانہ انداز میں، محض فرضی بنیادوں پر، بَرانگیختہ کیا گیا تھا۔
اور پورے ناول کا مجموعی تاثر، غیر مسلم قاری کے ذہن پر، یہ اُبھرتا ہے کہ:
مسلمانوں کے خلاف، اُٹھ، کھڑے ہو جاؤ۔ ان کی عبادت گاہوں اور آبادیوں کو
تہس نہس کر دو۔ ان کا وجود، ختم کر دو۔ یا۔ انھیں، غلام، بنا کر رکھو۔
اور، یہ جذبہ، اپنی آنے والی نسل کے اندر بھی، منتقل کر دو۔
پھر، آن بان کے ساتھ، ہر بچہ، ہر نوجوان، ہر مرد، ہر عورت، یہ ترانہ اور گیت گائے....
وندے ماترم.....وندے ماترم.........وندے ماترم...............وندے ماترم۔
''**آنند مٹھ**'' کے منظرِ عام پر آتے ہی اس کے خلاف، بنگال اور دوسرے صوبوں میں
شوروہنگامہ اور زبردست طوفان، اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔
بیان واِحتجاج کا طویل سلسلہ، شروع ہو گیا اور اس ناول کو نفرت کا بیج بونے والا ناول سمجھ کر
اکثر باشعور اور انصاف پسند ہندوؤں نے بھی، اسے، ناپسندیدہ قرار دیا۔
''**وَندے ماترم**'' کے سلسلے میں، جگہ جگہ، بحثیں ہوئیں۔
اس کے خلاف، آزادیِ ہند سے پہلے ہی، نہ جانے کتنے مضامین لکھے گئے۔
سبھاش چندر بوس، پنڈت جواہر لال نہرو، ڈاکٹر رام منوہر لوہیا
جیسے لیڈروں نے بھی ''**وندے ماترم**'' کے خلاف، اپنی رائے دی۔
اور اسے، پڑھنے پر، زور دینے والوں کی، کُھلے الفاظ میں مذمّت کی۔
پہلے تو خُفیہ طور پر، اور اب بعض صوبوں میں اور سینٹر میں بھاجپائی حکومت، قائم ہو جانے
کے بعد، تیزی کے ساتھ، علانیہ طور پر، سنگھ پریوار ''وندے ماترم'' کو، پورے ہندوستان کے

اسکولوں اور کالجوں میں، قومی ترانہ کے طور پر، پڑھائے جانے کی لگا تار، سرگرم کوشش کر رہا ہے۔ جس کے پسِ پردہ ''ہندوتوا'' کی بالا دستی کے علاوہ

ایک خاص سازشی جذبہ، یہ بھی پوشیدہ ہے کہ:

مسلمان طلبہ، جب اس کے پڑھنے سے انکار کریں گے

تو دوسرے، وہ طلبہ، جو، ان کے ساتھی ہیں اور ''**وندے ماترم**'' پڑھنا

جن کے نزدیک، قومی افتخار کی علامت ہے، اُن کے دلوں میں

مسلم طلبہ اور عام مسلمانوں کے خلاف، جہاں، ایک طرف، نفرت و دوری کا ذہن پیدا ہوگا وہیں، دوسری طرف، ان مسلمانوں کی حبُّ الوطنی پر بھی، سوالیہ نشان، لگ جائے گا۔

اور، اِس طرح، کشیدگی اور تناؤ کی وہ فضا پیدا ہو جائے گی، جس کے لئے تقریباً پچہتر (۷۵) سال پہلے، سنگھ پریوار کی زیرِ زمین جدوجہد کا آغاز ہوا تھا۔

اس کے علاوہ، ان سب سے بڑی بات، یہ ہوگی کہ:

مسلمانوں کی توحید پرستی کا عقیدہ، مجروح اور جذبہ، دن بدن، ماند پڑتا جائے گا۔

اور، چور دروازے سے شرک کے داخلہ کا ایک ایسا باب کھل جائے گا

جو، آگے چل کر، ان کی توحید پرستی کی عمارت نہیں، بلکہ بنیاد کو بھی، کھوکھلا کر دے گا۔''

اصل معاملہ، یہ ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ، ان کی تہذیب، ان کی زبان، اور ان کی ہر نشانی کو ملیا میٹ کرنے اور انہیں، تعلیمی وثقافتی اور تجارتی و اقتصادی ہر سطح پر، ہر شعبہ میں پسماندہ بنا کر، نمبر دو کا شہری بنانے کی ایک منظّم سازش ہے۔ اور اس کے لئے عارضی و مستقل تدابیر کی جتنی قسمیں ہوسکتی ہیں، ان سب کو، بروئے کار لایا جا رہا ہے۔

مال وزر، طاقت وقوت، اِختیار و اِقتدار کے بل بوتے پر، ترغیب وتشویق اور تخویف وترہیب کی ساری ممکنہ صورتوں کو، بڑی مہارت وچابک دستی کے ساتھ، آزمایا جا رہا ہے۔

اور بدقسمتی سے، **میر جعفر ومیر صادق** کی، ہندوستان میں، نہ پہلے کوئی کمی تھی

اور نہ ہی آج ہے۔ **ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن**، پہلے بھی، کچھ لوگ ہوا کرتے تھے

اور آج بھی، ہندوستان کا کوئی صوبہ اور سرزمینِ دہلی، ایسے بدنصیب افراد سے، خالی نہیں ہے۔

غیرت منداہلِ اسلام کا شیوہ رہا ہے اور پوری تاریخِ اسلام، گواہ ہے کہ:

شرک سے مسلمانوں نے کسی بھی مرحلہ میں، ایک لمحہ کے لئے بھی، کبھی، سمجھوتہ نہیں کیا ہے۔

نہ ہی اسلام نے، کبھی، اس کی اجازت دی ہے کہ:

اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں، کسی کو، ایک لمحہ کے لئے بھی شریک کیا جا سکے۔

پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے سامنے

کفار ومشرکین نے ایک بار، یہ تجویز رکھی تھی کہ:

تم، ہمارے معبودوں کی پرستش کرلو، ہم بھی، تمہارے اللہ کو، اپنا معبود بنالیں گے۔''

تو، انھیں، یہ قرآنی جواب ملا کہ:

قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْن . لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْن. وَ لَا اَنْتُم عَابِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ.
وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ. وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ. لَکُم دِیْنُکُمْ وَ لِیَ دِیْنٌ۔

ترجمہ: تم فرماؤ اے کافرو! نہ میں پوجتا ہوں، جو تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجتے ہو، جو مَیں پوجتا ہوں۔ اور نہ میں پوجوں گا، جو تم نے پوجا۔ اور نہ تم پوجو گے، جو میں پوجتا ہوں۔ تمھیں، تمہارا دین اور ہمیں، ہمارا دین۔''

پھر، ایسی شکل میں مسلمان، شرک آمیز نظم ''وندے ماترم'' کیسے پڑھ سکتے ہیں؟

جب کہ ان کا دینِ اسلام، قطعاً، اس کی اجازت، نہیں دیتا ہے۔

اور، اب تو سارے مسلمانانِ ہند پر، فرض ہے کہ:

ان پر، تھوپے جانے والے ''وندے ماترم'' کی ہر کوشش کے خلاف

پوری طاقت سے آواز اٹھائیں۔ اس کے لئے پُر امن جدوجہد کریں۔

اور، انھیں، جو دستوری وآئینی حقوق، حاصل ہیں، ان کی روشنی میں، ہر مفید تدبیر، اختیار کریں۔

اور دلائل کے ساتھ، ثابت کریں کہ:

''وندے ماترم'' کا لازم کیا جانا، اقلیتی طبقات کو

آئینِ ہند کی طرف سے دی گئی مذہبی آزادی کے صریحاً خلاف ہے۔

اور کسی بھی حلقہ سے ''وندے ماترم'' کی حمایت میں جو بھی آواز اُبھرے

اس کا معقولیت کے ساتھ، دستوری ضمانت کے ساتھ، قانونی دفعات کے ساتھ سماجی حقوق کے ساتھ، اور مذہبی عقیدہ کے ساتھ، بھرپور مقابلہ کیا جائے۔

اِس راہ میں اپنے بیگانے کی کوئی تفریق، نہ کی جائے۔ اور صدائے حق وانصاف، بلند کرنے میں، توحید پرستی کا اظہار واعلان کرنے میں، کسی کی کوئی پروا، نہ کی جائے۔ کیوں کہ:

اگرچہ، بُت ہیں، جماعت کی آستینوں میں
ہمیں، ہے حکمِ اذاں، لَاالٰــــــــہ اِلَّا اللّٰہ

(مطبوعہ ماہنامہ کنزُ الایمان، دہلی۔ شمارہ شعبان ۱۴۱۹ھ/دسمبر ۱۹۹۸ء۔ وص ۳۰۴ تا ص ۳۱۰۔ نقوشِ فکر، مطبوعہ دہلی۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء۔ وص: ۴۲ تا ص ۴۷۔ تصوف اور سیاست۔ لِمرا فاؤنڈیشن، شاہین باغ، نئی دہلی ۲۵۔ شعبان ۱۴۳۷ھ/مئی ۲۰۱۶ء)

○○○

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دارالقلم، قادری مسجد روڈ
ذاکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
موبائل: 09560848408
ای میل: misbahi786.mk@gmail.com

مؤرخہ
۲۸/ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ
۲۱/اگست ۲۰۱۷ء
بروز، دوشنبہ